شانِ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

قرآن و حدیث اور فریقین کی معتبر مذہبی و تاریخی کتب سے
صحابۂ کرام خصوصاً حضراتِ خلفاءِ راشدین علیہم الرحمت والرضوان
کے فضائل و مناقب دینی و ملّی خدمات اور انکی سوانح حیات

تالیف

علّامہ سیّد محمود احمد رضوی

ناشر

مکتبہ رضوان دربار روڈ۔ لاہور

إِنَّ أُمَّتِيْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً يَهْلِكُ اِحْدٰى وَسَبْعُوْنَ وَيَتَخَلَّصُ فِرْقَةٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ تِلْكَ الْفِرْقَةُ قَالَ الْجَمَاعَةُ الْجَمَاعَةُ الْجَمَاعَةُ

"بہ تحقیق میری اُمت ۷۲ فرقوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے ۷۱ فرقے ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ، وہ فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا جماعت، جماعت، جماعت۔

سیّدنا امام حسین اور امیر معاویہ

شہدائے کربلا کے سلسلہ میں امیر معاویہ کو بہت بدنام کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ اہل بیت کے دشمن تھے ـــــ حالانکہ تاریخی حیثیت سے ان کا دامن اس بُرائی سے ملوث نہیں۔

ملّا باقر مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ بوقتِ رحلت یزید کو وصیت کر گئے تھے کہ:

اما امام حسین پس نسبت وقرابت او بحضرتِ رسالت میدانی واو پارۂ تن آنحضرت ست واز گوشت وخُون آنحضرت پرورده ست ومن میدانم که اہلِ عراق اورا بسوئے خود خواہند برد ویاری او نخواہند کرد واورا تنہا خواہند گذاشت اگر براو ظفر یابی حقوق حرمت اورا بشناس ومنزلت وقرابت اورا باحضرت رسالت بیاد داری واورا بکرده ہائے او مواخذه

"لیکن امام حسین پس ان کی نسبت وقرابت جناب رسالت سے تجھے معلوم ہے، وہ حضرت کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔ انہیں کے گوشت وخون سے انہوں نے پرورش پائی ہے۔ مجھے علم ہے کہ عراق والے ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی مدد نہ کریں گے۔ تنہا چھوڑ دیں گے۔ اگر ان پر قابو پا لے، تو ان کے حقوقِ عزت کو پہچاننا ان کا مرتبہ اور قرابت جو رسول

مکن و روابطے کہ من دریں مدت با او محکم کردہ ام قطع مکن و زنہار کہ باو آسیبے و مکروہے مرساں"؛

ہے ہے۔ اس کو یاد رکھنا ان کے افعال کا ان سے مؤاخذہ نہ کرنا اور اس مدت میں جو روابط کہ میں نے ان سے مضبوط کیے ہیں۔ اس کو نہ توڑنا اور خبردار ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا"؛

(جلاء العیون ج ۲ صفحہ ۴۲۱/۴۲۲)

صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے یزید کو یہ وصیت فرمائی:

اے پسر ہوس باز آر و خویشتن را نیک پاے کہ چوں در حضرتِ حق شوی۔ خونِ حسین بن علی در گردن نداشتہ باشی کہ ہیچ گاہ روئے آسائش دیدار نہ کنی و مؤبد و مخلد فرسائش عتاب و عذاب بینی۔

"اے بیٹا! ہوش کرنا اور خبردار جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا تو تیری گردن میں حسین بن علی کا خون نہ ہو۔ ورنہ کبھی آسائش نہ دیکھے گا، اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا"؛

پھر بروایت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

"اے پروردگار! اس شخص سے برکت لے لے، جو میرے حسین علیہ السّلام کی حُرمت میں کمی کرے"؛

ایں بگفت و او را غشی فراگرفت۔
(صفحہ ۱۱۱ ج ۶)

یعنی حضرت معاویہ نے یہ کہا اور ان کو غشی آگئی"؛

اس سے بڑھ کر یہ کہ امیر معاویہ زبان سے کیا، اپنے قلم سے بھی امام حسین کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کو پسند نہ کرتے تھے۔ حالانکہ ان کو امام اپنے خط میں بہت کچھ بڑا بھلا لکھتے تھے۔ یہ دیکھ کر ایک مرتبہ یزید اور عبداللہ نے ترغیب دی کہ آپ بھی ایسے ہی جواب دیجیے۔

معاویہ بخندید وگفت ہر دوتان بخطا سخن کردید من در عیب حسین بن علی چہ سخن کنم واز مثل من کس روا نیست کہ از در باطل بہ عیب کسے سخن آغاز دو مرتان بہ تکذیب او پرواز ند وچگونہ عیب کنم حسین راکہ سوگند باخدائے در روئے موضع عیب بدست نشود وخواستم بسوئے او مکتوب کنم واو را بہ وعید تہدید روانہ دیدم وقرع الباب لجاج نہ کردم

"معاویہ ہنسے اور فرمایا تم دونوں نے غلط کہا ہے میں حسین بن علی کا کیا عیب بیان کروں۔ مجھ جیسے کو کب درست ہے کہ کسی کی غلط عیب جوئی کرکے دوسروں سے تکذیب کرائے۔ حسین کا عیب کس طرح کہوں کہ واللہ ان میں کوئی عیب میں نہیں پاتا۔ چاہتا تھا کہ ان کو تہدید آمیز خط لکھوں۔ لیکن مناسب نہ سمجھا اور کوئی الجھن پیدا نہ کی"۔

ناسخ التواریخ میں ہے:

بالجملہ سخنے کہ بر حسین علیہ السلام ناگوار باشد تحریر نہ کرد۔

"الغرض ایسی کوئی بات جو امام حسین کو ناگوارِ خاطر ہو، حضرت معاویہ نے نہ لکھی"۔

(ناسخ التواریخ جلد ص ۶۷ - ۶)

ادب و لحاظ کے علاوہ امیر معاویہ امام حسین کی خدمت بھی کرتے تھے۔

"مقرر داشت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ حضرت او برند وبیرون این مبلغ ہموارہ خدمتش را بہ عروض و جوائز متکاثرہ متواترہ میداشت۔ (ایضاً)

"اور معاویہ کا معمول تھا کہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے امام کی خدمت میں بھیجتے اس کے علاوہ بیش بہا تحفے تحائف بھی بکثرت روانہ کرتے تھے"۔

ایک مرتبہ یمن کا خراج امیر شام کے پاس اونٹوں پہ بار ہوکر جارہا تھا۔ جب مدینہ میں پہنچا، تو سب مالِ خراج امام حسین نے ضبط کرکے اپنے اہل بیت اور احباب میں تقسیم فرمادیا۔ بعدہ معاویہ کو یہ خط لکھا کہ:

"اما بعد ملک یمن سے ایک قافلہ اُونٹوں کا ہماری طرف گزرا۔ جن پر مال، عنبر، خوشبو تمہارے واسطے لیے جا رہا تھا۔ تاکہ خزانہ دمشق میں داخل کرے، یا تمہارے رشتہ دار کام میں لائیں چونکہ مجھ کو ضرورت تھی۔ اس واسطے میں نے لے لیا" واَلسّلام۔

امیر معاویہ نے جواب دیا:

اگر آں (قافلہ شتراں) را ترک کردی تا بہ من آوردند آں چہ بہرہ و نصیبہ تو بود دریغ نداشتم لیکن گمان مے کنم اے برادر زادہ کہ ترا خیالات مدارات و مصافات نیست و در زمان من بر تو صعب نمی افتد بر قدر و منزلت تو دانم و معفو میدارم

"اگر آپ اونٹوں کا قافلہ مجھ تک آنے دیتے، تو جو کچھ آپ کا حصہ ہوتا، میں اس سے دریغ نہ کرتا، لیکن میں خیال کرتا ہوں اے میرے بھتیجے آپ روا داری نہیں ہیں اور جب تک میرے دم میں دم ہے۔ آپ کو تکلیف نہ ہوگی۔ کیوں کہ میں آپ کی قدر و منزلت کو جانتا ہوں اور آپ کو اس اقدام پر بھی معاف کرتا ہوں"۔

حتیٰ کہ وہ لوگ جو شام میں جا کر امیر معاویہ کو بُرا بھلا کہہ کر ستاتے تھے۔ امیر معاویہ ان کی بھی خاطر تواضع اور مالی خدمت کرتے تھے۔

ناسخ التواریخ میں ہے۔

شیعانِ علی سفر شام میکردند معاویہ را بہ سب و شتم مے آزردند بایں ہمہ عطائے خود را، از بیت المال مے گرفتند و بہ سلامت میرفتند۔

شیعانِ علی ملکِ شام کا سفر کرتے اور معاویہ کو بُرا بھلا کہہ کر ستاتے تھے۔ باوجود اس کے ان کے بیت المال سے عطیے لیتے اور صحیح سلامت واپس جاتے۔

غور کیجئے! امیرِ معاویہ یزید کو یہ وصیّت کر رہے ہیں کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا۔ بوقت مصیبت ان کی مدد کرنا۔ ان کی قرابتِ رسول کا خیال رکھنا اور جو رابطہ مَیں نے امام سے قائم کیا ہے۔

تم بھی اس کو قائم رکھنا، اب اگر یزید باپ کی وصیت پر عمل نہ کرے، تو اس میں امیر معاویہ کا کیا قصور ؟

علاوہ ازیں امیر معاویہ اور امام حسین کے درمیان کوئی دشمنی نہ تھی۔ امیر معاویہ اہلِ بیت کا انتہائی احترام کرتے تھے۔

ان تاریخی حقائق کے ہوتے ہوتے بھی امیر معاویہ کو بدنام کرنا کہاں کی دیانت ہے؟

حضرت رُقیہؓ و اُم کلثوم

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت اُم کلثوم اور رُقیہؓ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں، گو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ دونوں صاحبزادیاں حضرت خدیجہ کے بطن سے حضور کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ جیساکہ کُتب معتبرہ سے ثابت ہے۔

لیکن اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں، تو جب حضور نے حضرت خدیجہ سے نکاح فرمایا، تو ان صاحبزادیوں کے حضور سوتیلے والد ہوتے، تو ان کی ذمہ داری بھی حضور پر آگئی۔ تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضور کو تو یہ بھی گوارا نہیں ہوسکتا کہ کسی مسلمان کی لڑکی کافر یا منافق کے نکاح میں آئے۔ پھر حضور نے حضرت عثمان کے عقدِ نکاح میں ان دونوں کو کیوں دے دیا؟ حضور کا اپنے اختیار سے دونوں صاحبزادیوں کو حضرتِ عثمان کے نکاح میں دینا۔ ان کے مومن کامل اور متقی ہونے کی دلیل ہے۔

کیونکہ چاہے کوئی کیسا ہی گیا گزرا انسان ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی یہ گوارا نہیں کرسکتا۔ کہ اس کی سوتیلی بیٹیاں کسی کافر یا منافق کے نکاح میں آئیں۔ چہ جائیکہ حضور سیدالمرسلین علیہ السلام کی ذاتِ پاک۔

پھر غضب یہ ہے اس سلسلہ میں جو روایات تصنیف کی گئی ہیں وہ ایسی ہیں، جن سے حضرتِ عثمان کی فضیلت کی نفی تو نہیں ہوتی۔ خود حضور اکرم پر سنگین الزام عاید ہوجاتے ہیں۔ مثلاً، ملّا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں: